

الحق المبين في الجهر بالتأمين

جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔ اس کے ثبوت پر صحیح احادیث، آثار صحابہ اور ائمہ محدثین کی تصریحات شاہد ہیں:

دلیل نمبر ①:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ، فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

”امام آمین کہے، تو آپ بھی آمین کہیں۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

(صحیح البخاری: ۷۸۰، صحیح مسلم: ۴۱۰)

صحیح مسلم (۷۸۰، ۷۹۱) کی روایت ہے:

إِذَا قَالَ الْقَارِي: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾
 (الفاتحة: ۷) فَقَالَ: مَنْ خَلَفَهُ: آمِينَ، فَوَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ أَهْلِ
 السَّمَاءِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

”جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے، مقتدی بھی

آمین کہیں اور اس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

راوی حدیث کا عمل:

راوی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، كَانَ يُؤَذِّنُ لِمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَاشْتَرَطَ أَنْ لَا يَسْبِقَهُ بِالضَّالِّينَ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهُ قَدْ دَخَلَ الصَّفَّ فَكَانَ إِذَا قَالَ مَرْوَانُ: وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: آمِينَ، يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ، وَقَالَ إِذَا وَافَقَ تَأْمِينَ أَهْلِ الْأَرْضِ تَأْمِينَ أَهْلِ السَّمَاءِ غَفِرَ لَهُمْ .

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروان کے مؤذن تھے۔ انہوں نے مروان سے طے کر رکھا تھا کہ جب تک میں صف میں داخل نہ ہو جاؤں، آپ ”ولا الضالین“ نہیں کہیں گے، تو جب مروان ”ولا الضالین“ کہتا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آواز بلند آمین کہتے اور فرماتے: اہل زمین کی اہل آسمان سے آمین میں موافقت ہوگئی، تو زمین والوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔“

(السنن الکبری للبیہقی: ۸۵/۲، وسندہ صحیح)

سنن ابی داود (۹۳۷) کی سند کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَهَذَا إِسْنَادٌ مُتَّصِلٌ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ .

”یہ سند متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔“



(تغلیق التعليق: ۳۱۹/۲)

تنبيه:

ابو عثمان سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول!
لَا تَسْبِقْنِي بِأَمِينٍ .
”مجھ سے پہلے آمین نہ کہیے گا۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۵، ۱۲/۶، وسندہ صحیح)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (۲۱۹/۱) نے امام بخاری اور مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اونچی آواز سے آمین کہا کرتے تھے۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۳۸۳-۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنْ قِيلَ : مَا مَعْنَى قَوْلِ بِلَالٍ ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ : لَا تَسْبِقْنِي بِأَمِينٍ ؟ قُلْنَا : مَعْنَاهُ بَيِّنٌ فِي غَايَةِ الْبَيَانِ ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ أَنَّ الْإِمَامَ إِذَا قَالَ : آمِينَ ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ آمِينَ ، فَإِنْ وَّافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ، فَأَرَادَ بِلَالٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَمَهَّلَ فِي قَوْلِ آمِينَ ، فَيَجْتَمِعَ مَعَهُ فِي قَوْلِهَا ، رَجَاءً لِمُوَافَقَةِ تَأْمِينِ الْمَلَائِكَةِ ، وَهَذَا الَّذِي أَرَادَ أَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ الْعَلَاءِ .

”اگر آپ کہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے اس بیان (تسبیحی باین) کا معنی کیا ہے؟ تو ہم عرض کریں گے کہ معنی واضح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام آمین کہے، تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مقصد فقط یہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! تھوڑی مہلت دیجئے، تاکہ ہماری آمین اکٹھی ہو جائے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ ان کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل جائے، یہی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے علماء رضی اللہ عنہم سے کہا تھا۔“

(المُحَلِّی بِالْآثَار: ۳۳/۳)

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فہم سلف:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰-۲۰۴ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا امام سورۃ فاتحہ کے بعد با آواز بلند آمین کہے گا، تو آپ نے جواب میں فرمایا:

نَعَمْ، وَيَرْفَعُ بِهَا مَنْ خَلْفَهُ أَصْوَاتُهُمْ.
”جی ہاں! اور مقتدی بھی آواز بلند کریں گے۔“

پوچھا گیا دلیل کیا ہے؟ تو یہی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پیش کی اور فرمایا:

وَفِي قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِنُوا دَلَالَةً عَلَى أَنَّهُ أَمَرَ
الْإِمَامَ أَنْ يَجْهَرَ بِأَمِينٍ؛ لِأَنَّ مَنْ خَلْفَهُ لَا يَعْرِفُ وَقْتُ تَأْمِينِهِ
إِلَّا بِأَنْ يَسْمَعَ تَأْمِينَهُ.

”رسول اللہ ﷺ کا فرمان ’جب امام آمین کہے، تو آپ بھی آمین کہیں‘ وضاحت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امام کو باواز بلند آمین کا حکم دیا ہے، کیوں کہ مقتدی جب تک امام کی آمین سن نہ لے، اس کی آمین کا وقت نہیں جان سکتا۔“

(الأم للشافعي: ۱/۱۰۹، الخلافات للبيهقي: ۲/۶۷، ۶۸، مختصره)

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا، مَا بَانَ وَثَبَتْ أَنَّ الْإِمَامَ يَجْهَرُ بِآمِينَ، إِذْ مَعْلُومٌ عِنْدَ مَنْ يَفْهَمُ الْعِلْمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْمُرُ الْمَأْمُومَ أَنْ يَقُولَ: آمِينَ، عِنْدَ تَأْمِينِ الْإِمَامِ إِلَّا وَالْمَأْمُومُ يَعْلَمُ أَنَّ الْإِمَامَ يَقُولُهُ، وَلَوْ كَانَ الْإِمَامُ يُسِرُّ آمِينَ، لَا يَجْهَرُ بِهِ لَمْ يَعْلَمْ الْمَأْمُومُ أَنَّ إِمَامَهُ قَالَ: آمِينَ، أَوْ لَمْ يَقُلْهُ، وَمُحَالٌ أَنْ يُقَالَ لِلرَّجُلِ: إِذَا قَالَ فَلَانٌ كَذَا فَقُلْ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، وَأَنْتَ لَا تَسْمَعُ مَقَالَتَهُ، هَذَا عَيْنُ الْمُحَالِ، وَمَا لَا يَتَوَهَّمُهُ عَالِمٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ الْمَأْمُومَ أَنْ يَقُولَ آمِينَ، إِذَا قَالَهُ إِمَامُهُ وَهُوَ لَا يَسْمَعُ تَأْمِينَ إِمَامِهِ.

”نبی کریم ﷺ کا فرمان ’امام آمین کہے، تو آپ آمین کہیں‘۔ صراحت سے ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے مقتدی کو باواز بلند آمین کہنے کا حکم دیا ہے،

یقیناً نبی کریم ﷺ مقتدی کو امام کی آئین ساتھ آئین کا حکم صرف اس صورت میں دے سکتے ہیں، جب اسے معلوم ہو کہ اب امام نے آئین کہی ہے۔ اگر امام آہستہ امام کہے، تو مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آئین کہہ دی ہے، یا نہیں کہی، آپ کسی سے کہیں کہ فلاں آدمی جب فلاں بات کہے، تو آپ بھی وہی بات کہہ دیجئے گا مگر آپ کو اس کی بات سنائی نہیں دے گی، تو محال ہے کہ سنے بغیر وہی بات کہہ دے۔ اسے کیا معلوم کہ اس نے کس وقت کیا کہا ہے، جب کہ وہ سن ہی نہیں رہا۔ تو نبی کریم ﷺ مقتدی کو حکم دیں کہ امام کی آئین ساتھ آئین کہو اور مقتدی امام کی آئین سن بھی نہ رہا ہو؟ ایک عالم تو کم از کم اس وہے کو نہیں سمجھ پائے گا۔“

(صحیح ابن خزيمة تحت الحديث : ۵۷۰)

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَوْلَا جَهْرُهُ بِالتَّأْمِينِ لَمَا أَمَكْنَ الْمَأْمُومُ أَنْ يُؤْمِنَ مَعَهُ وَيُؤَافِقَهُ فِي التَّأْمِينِ .

”اگر آئین بلند آواز سے نہ ہو تو ایک مقتدی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ امام کے ساتھ آئین کہے اور اس کی آئین امام کی آئین سے موافق ہو جائے۔“

(اعلام الموقعين : ۳۹۶/۲)

علامہ سندھی حنفی (م: ۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

أَخَذَ مِنْهُ الْمُصَنِّفُ الْجَهْرَ بِأَمِينٍ، إِذْ لَوْ أَسْرَّ الْإِمَامُ بِأَمِينٍ، لَمَا عَلِمَ الْقَوْمُ بِتَأْمِينِ الْإِمَامِ فَلَا يُحْسِنُ الْأَمْرُ إِيَّاهُمْ بِالتَّأْمِينِ

عِنْدَ تَأْمِينِهِ وَهَذَا اسْتِنْبَاطٌ دَقِيقٌ يُرْجَحُهُ مَا جَاءَ مِنَ التَّصْرِيحِ
بِالْجَهْرِ .

”مصنف کتاب اس حدیث سے آئین بالجہر کا استدلال کر رہے ہیں، کیوں کہ اگر آئین آہستہ آواز سے ہو تو مقتدی امام کی آئین بارے جان ہی نہ پائے، تو ایسی صورت میں مقتدی کو امام کے ساتھ آئین کہنے کا حکم مستحسن نہیں رہتا، یہ انتہائی دقیق استدلال ان احادیث کو رائج قرار دیتا ہے، جن میں آئین بالجہر کی صراحت موجود ہے۔“

(حاشیۃ السندي علی سنن ابن ماجہ: ۱/۲۸۰)

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ائمہ محدثین:

امیر المومنین فی الحدیث، سید الفقہاء، امام بخاری رحمہ اللہ اس پر حدیث پر جو باب قائم کیا ہے وہ کچھ یوں ہے:

بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ .

”امام کے باوازیں آئین کہنے کا بیان۔“

اور

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ .

”مقتدی بلند آواز سے آئین کہے۔“

امام نسائی رحمہ اللہ کا باب:

بَابُ الْأَمْرِ بِالتَّأْمِينِ خَلْفَ الْإِمَامِ .

”امام کی اقتداء میں آمین کا حکم۔“

اور

بَابُ الْجَهْرِ بِالتَّأْمِينِ .

”آمین بالجہر کا بیان۔“

امام ابو داؤد رحمہ اللہ:

بَابُ التَّأْمِينِ وَرَاءَ الْإِمَامِ .

”امام کے پیچھے آمین کا بیان۔“

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ:

بَابُ الْجَهْرِ بِآمِينَ .

”بلند آواز سے آمین کہنے کا بیان۔“

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ:

بَابُ الْجَهْرِ بِآمِينَ عِنْدَ انْقِضَاءِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي الصَّلَاةِ

الَّتِي يَجْهَرُ الْإِمَامُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ .

”جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے اختتام پر بلند آواز سے آمین کہنے کا بیان۔“

امام بیہقی رحمہ اللہ:

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ .

”مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنے کا بیان۔“

یہ حدیث دلیل ہے کہ امام اور مقتدی پکار کر آمین کہیں گے۔ آمین بالجہر کے متعلق دیگر

احادیث اسی کی تائید کرتی ہیں، سوال یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”باب جہر الامام بالتامین“ قائم کیا ہے، لیکن حدیث اور باب میں مطابقت کیا ہے؟ اہل علم اس کا جواب دیتے ہیں:

وَالْقَوْلُ إِذَا وَقَعَ بِهِ الْخِطَابُ مُطْلَقًا حُمِلَ عَلَى الْجَهْرِ وَمَتَى أُرِيدَ بِهِ الْإِسْرَارُ أَوْ حَدِيثُ النَّفْسِ قِيدَ بِذَلِكَ .
 ”اگر کوئی قول مطلقاً وارد ہو، تو اسے جہر پر محمول کیا جائے گا۔ اگر اسے آہستہ کہنا یا دل میں کہنا مراد ہوتا، تو وضاحت کر دی جاتی۔“

(فتح الباری لابن حجر: ۲/۲۶۷، إرشاد الساری للقسطلانی: ۲/۱۰۱)

دلیل نمبر ②:

نعیم بن عبداللہ مجری تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ: ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾
 (الفاتحة: ۱)، ثُمَّ قَرَأَ بِأَمِّ الْقُرْآنِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ ﴿غَيْرِ الْمَعْصُوبِ﴾
 عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿ (الفاتحة: ۷) فَقَالَ: آمِينَ. فَقَالَ النَّاسُ:
 : آمِينَ وَيَقُولُ: كُلَّمَا سَجَدَ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا قَامَ مِنْ
 الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَيْنِ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي
 نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ.

”میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی، آپ نے ﴿بِسْمِ اللَّهِ

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿ پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہا، تو انہوں نے آمین کہی۔ مقتدیوں نے بھی آمین کہی۔ سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہا۔ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: میری نماز نبی کریم ﷺ کی نماز سے آپ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : ۴۹۷/۲، سنن النسائي : ۹۰۵، السنن الكبرى للبيهقي : ۸۵/۲، وسنده صحيح)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۴۹۹) امام ابن الجارود رحمہ اللہ (امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۹۸) نے ”صحیح“ کہا ہے۔
امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
هَذَا صَحِيحٌ وَرَوَاتُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ .
”یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔“

(سنن الدارقطني : ۳۰۵/۱، ح : ۱۱۵۵)
اس حدیث کو امام حاکم (۲۳۳/۱) نے امام بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .
”یہ سند صحیح ہے۔“

(معرفة السنن والآثار : ۷۷۳، ۷۷۶)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ، لَا يَتَوَجَّهَ عَلَيْهِ تَعْلِيلٌ فِي اتِّصَالِ سَنَدِهِ وَثِقَةِ رَجَالِهِ .
 ”صحیح“ ہے، اس کے راویوں کی ثقاہت اور اتصال سند میں دورائے ہوئی نہیں
 سکتیں۔“

(خلاصة الأحكام للنووي: ۱/۳۷۱)

نیز اس حدیث کو حافظ عبدالحق اشملی رحمہ اللہ (الاحکام الوسطی: ۱/۳۷۵) حافظ ابن
 حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق: ۲/۳۲۱) اور نیوی حنفی (آثار السنن: ۹۴) نے ”صحیح“ کہا ہے۔
 اس حدیث پر امام بیہقی نے ”باب جہر الامام بالتأمین“ قائم کیا ہے۔ امام بخاری
رحمہ اللہ نے اسے حدیث (۷۸۲) کے تحت ذکر کر کے اس پر ”باب جہر الماموم بالتأمین“
 قائم کیا ہے۔ شارح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قُلْتُ وَهُوَ مِنْ أَصَحِّ مَا وَرَدَ فِي إِثْبَاتِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
 الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ تَبْوِيبَ الْبُخَارِيِّ
 عَلَيْهِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالتَّأْمِينِ وَذَكَرَهُ لَهُ بَعْدَ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ
 وَأَبِي صَالِحٍ مِمَّا يُوضَحُ أَنَّ حُكْمَهُ عِنْدَهُ الرَّفْعُ وَلَيْسَ
 الْإِفْتِصَارُ عَلَى التَّأْمِينِ أَوْلَى مِنَ الْإِفْتِصَارِ عَلَى الْبِسْمَلَةِ
 فَحُكْمُ الْكُلِّ وَاحِدٌ وَهُوَ الرَّفْعُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

”نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتدا بسم اللہ سے کرنے کے اثبات کی بہترین دلیل یہ
 حدیث ہے۔ اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب آمین سے متعلق ہے۔
 امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث، سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوصالح رضی اللہ عنہ کی

احادیث کے بعد ذکر کی ہے اور واضح کیا ہے کہ آمین بلند آواز سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف آمین بلند آواز سے کہنے کا استدلال درست نہیں، اس کے ساتھ ساتھ بسم اللہ بھی بلند آواز سے کہنے کا استدلال کیا جائے۔ دونوں بلند آواز سے کہی جائیں، آمین بھی اور بسم اللہ بھی۔“

(تغلیق التعليق: ۲/۳۲۳، ۳۲۴)

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) نے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ بلند آواز سے کہنے کے بارے میں اپنی مستقل تصنیف میں یہ حدیث ذکر کی ہے اور لکھا ہے:

صَحَّ الْجَهْرُ بِهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِسْنَادٍ ثَابِتٍ مُتَّصِلٍ، لَا اِزْتِيَابَ فِي صِحَّتِهِ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ.

”صحیح اور متصل سند سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بالجہر کا حکم دیا ہے۔ محدثین کے ہاں اس کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی شک ہی نہیں۔“

(خلاصة الأحكام: ۱/۳۷۰)

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مقتدی پکار کر آمین کہے۔ محدثین کرام کی ایک جماعت نے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ اونچی آواز سے پڑھنے پر دلیل بنایا ہے۔

دلیل نمبر ۳:

سیدنا واکل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة: ۷)، فَقَالَ: آمِينَ، وَمَدَّ بِهَا

صَوْتَهُ .

”میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا، آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا

الضَّالِّينَ﴾ کے بعد بآواز بلند آمین کہا۔“

(سنن الترمذی : ۲۴۸، سنن الدارقطنی : ۱/۳۳۴، ۱۲۶۹، شرح السنة للبغوی : ۵۸۶،

وسندہ صحیح)

اس حدیث کو امام ترمذی (۲۳۸) اور حافظ بغوی (۵۸۶) نے ”حسن“ امام دارقطنی رحمہ اللہ (۱۲۶۷) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

حافظ ابن اقیم رحمہ اللہ (اعلام الموقعین : ۲/۳۹۶) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تعلیق التعلیق : ۱/۲۳۶) نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

فائدہ نمبر ①:

اس حدیث کو امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ ”مدلس“ بیان کر رہے ہیں۔ ان سے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ بیان کر رہے ہیں۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”سفیان ثوری سے یحییٰ بن سعید وہی روایت لیتے ہیں، جس میں انہوں نے اپنے شیوخ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہو۔“

(الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي، ص ۳۶۳، وسندہ صحیح)

فائدہ نمبر ②:

سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ کی اس روایت میں متابعت العلماء بن صالح اسدی (ثقة باتفاق محدثین) نے کر رکھی ہے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ۱/۲۹۹، سنن أبي داود : ۹۳۳، سنن الترمذی : ۲۴۹،



المعجم الكبير للطبراني: ٤٥/٢٢، وسنده صحيح

حافظ مزی رحمہ اللہ (٦٥٣-٤٢٢ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا دَاوُدَ سَمَّاهُ فِي رِوَايَتِهِ، عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، وَهُوَ وَهْمٌ.

”امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے علاء بن صالح کی جگہ علی بن صالح بیان کیا ہے، جو ان کا

وہم ہے۔“

(تہذیب الکمال: ٥١٣/٢٢)

تنبیہ بلغ:

جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

”علاء بن صالح باتفاق ضعیف ہیں۔“

(درس ترمذی: ٥١٨/١)

یہ تقی صاحب کی خطا ہے۔ باتفاق ثقہ راوی کو باتفاق ضعیف کہہ دیا۔ انہیں رجوع کرنا

چاہیے۔

فائدہ نمبر ③:

یہاں ”مدبہا صوتہ“ کا معنی آواز بلند کرنا ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

① سیدنا ابو محذورہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اذان

سکھائی تو فرمایا:

فَمَدَّ مِنْ صَوْتِكَ .

”آواز بلند کیجئے۔“

(سنن أبی داؤد: ٥٠٣، وسنده صحيح)

نبی کریم ﷺ غزوہ خندق کے موقع پر سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھ رہے تھے:

ثُمَّ يَمْدُّ بِهَا صَوْتَهُ .

”پھر آواز بلند کرتے۔“

(صحیح البخاری: ۴۱۰۶)

② حافظ بغوی رحمہ اللہ نے اس پر ”باب الجہر بالتین فی صلاة الجہر“ قائم کیا ہے، نیز امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: يَرَوْنَ أَنَّ يَرْفَعَ الرَّجُلُ صَوْتَهُ بِالتَّائِمِينَ، وَلَا يُخْفِيهَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

”بہت سے اہل علم صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا یہی مسلک ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے، پست آواز سے نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔“

(سنن الترمذی تحت حدیث: ۲۴۸)

ائمہ دین کے آمین کے بارے میں موقف سے حدیث کے الفاظ کا معنی واضح ہوتا ہے۔

③ العلاء بن صالح کی روایت کے الفاظ ہیں، سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَهَرَ
بِأَمِينٍ.

”انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ آپ نے آمین بالجہر
کہی۔“

④ سنن ابی داود (۹۳۲) وغیرہ میں ”رفع بہا صوتہ“ کے الفاظ ہیں، ثابت
ہوا ”مد بہا صوتہ“ اور ”رفع بہا صوتہ“ کا ایک ہی معنی ہے۔

تنبیہ بلغ:

مسند الامام (۳۱۶/۴) سنن الترمذی (۲۴۸) مسند الطیالسی (۱۰۲۴) سنن الدارقطنی
(۳۳۴/۱، ج: ۱۲۵۶) المستدرک علی الصحیحین (۲۳۲/۲) وغیرہم میں امام شعبہ رحمہ اللہ نے
”واخفی بہا صوتہ“ کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ یہ الفاظ امام شعبہ کی خطا ہیں، جب کہ امام
سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ”مد بہا صوتہ“ کے الفاظ بیان کئے ہیں، یہی درست ہیں، انہیں بوجہ
ترجیح حاصل ہے۔

وجہ اول:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام ابو
زرعہ رحمہ اللہ سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا:

حَدِيثُ سُفْيَانَ فِي هَذَا أَصَحُّ.

”اس مسئلہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی حدیث اصح ہے۔“

(سنن الترمذی تحت حدیث: ۲۴۸)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَمَّا خَطْوُهُ فِي مَتْنِهِ فَبَيِّنٌ .

”اس حدیث کے متن میں امام شعبہ رحمہ اللہ کی خطا واضح ہے۔“

(السنن الكبرى: ۵۷/۲)

اسی لئے تو حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَحُكْمُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَحِفَاطُهُ فِي هَذَا لِسُفْيَانَ .

”اس حدیث میں ائمہ حدیث امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی حدیث کو صحیح قرار

دیتے ہیں۔“

(إعلام الموقعين: ۲۸۶/۲)

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَخْطَأَ شُعْبَةُ فِي هَذِهِ الرَّوَايَةِ حِينَ قَالَ وَأَخْفَى صَوْتَهُ .

”امام شعبہ نے جو یہ کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آواز پست کی، یہ امام

شعبہ رحمہ اللہ کی خطا ہے۔“

(التميز، ص: ۴۸)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَا أَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ أَنَّ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ

إِذَا اخْتَلَفَا فَالْقَوْلُ قَوْلُ سُفْيَانَ .

”حدیث کا علم رکھنے والے متفق ہیں کہ شعبہ اور سفیان میں اختلاف ہو جائے،

تو سفیان ثوری رحمہ اللہ کی بات ہی مانی جائے گی۔“



(الخلافیات : ۶۴/۴، مختصرہ)

نیز فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَجْمَعَ الْحُفَّاطُ : مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ،
عَلَى أَنَّهُ أَخْطَأَ فِي ذَلِكَ، فَقَدْ رَوَاهُ الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ،
وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ، عَنْ سَلَمَةَ، بِمَعْنَى رِوَايَةِ
سُفْيَانَ.

”امام بخاری رحمہ اللہ جیسے حفاظ کا اتفاق ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کرنے میں خطا کی ہے۔ یہی روایت علاء بن صالح اور محمد بن سلمہ بن کھیل رحمہ اللہ نے بھی بیان کی ہے اور وہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے ہم نوا ہیں۔“

(معرفة السنن والآثار : ۳۶۰/۲)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاتَّفَقَ الْحُفَّاطُ عَلَى غَلَطِهِ فِيهَا.

”حفاظ حدیث متفق ہیں کہ امام شعبہ رحمہ اللہ کو اس حدیث میں غلطی لگی ہے۔“

(خلاصة الأحكام : ۳۸۱/۱)

امام شعبہ رحمہ اللہ سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ

كَانَ سُفْيَانُ أَحْفَظَ مِنِّي.

”سفیان مجھ سے بڑے حافظ تھے۔“

(سنن أبي داود : ۳۳۳۹، وسنده صحيح)

امام ابوالفضل العباس الدوری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو فرماتے ہوئے سنا:

لَيْسَ أَحَدٌ يُخَالِفُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ إِلَّا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ سُفْيَانَ
قُلْتُ وَشُعْبَةُ أَيُّضًا إِنَّ خَالَفَهُ قَالَ نَعَمْ .

”اگر سفیان ثوری سے کسی کا اختلاف ہو جائے، تو سفیان ثوری کو ترجیح حاصل
ہوگی۔ میں نے کہا: شعبہ اختلاف کریں تب بھی؟ فرمایا جی ہاں، تب بھی۔“

(تاریخ یحییٰ بن معین بروایۃ الدوری: ۳/۳۶۴، ت: ۱۷۷۱)

امام یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ شُعْبَةَ وَلَا يَعْدِلُهُ أَحَدٌ عِنْدِي، وَإِذَا
خَالَفَهُ سُفْيَانُ أَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ .

”مجھے شعبہ سا محبوب کوئی نہیں۔ میں کسی کو ان کا ہم پلہ نہیں مانتا، مگر جب شعبہ
اور سفیان ثوری کا اختلاف ہو تو میں سفیان ثوری کا قول لیتا ہوں۔“

(تقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۱/۶۳، وسنده صحيح)

خود امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِذَا خَالَفَنِي سُفْيَانُ فِي حَدِيثٍ فَالْحَدِيثُ حَدِيثُهُ .

”سفیان حدیث میں میری مخالفت کریں، تو انہی کی بات قبول ہوگی۔“

(تقدمة الجرح والتعديل: ۱/۶۳، وسنده صحيح)

وجہ ثانی:

ابو الولید طیار رحمۃ اللہ علیہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان والی روایت کے موافق الفاظ بیان
کرتے ہیں، سیدنا وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ صَلَّى خَلَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَالَ : وَلَا الضَّالِّينَ، قَالَ آمِينَ، رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ .

”انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی جب آپ نے ’ولا الضالین‘ کہا، تو بلند آواز سے آمین کہا۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ٥٨/٢، وسنده صحيح)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(معرفة السنن والآثار: ٣٩٠/٢)

نیز فرماتے ہیں:

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ شُعْبَةُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَنَبَّهَ لِذَلِكَ فَعَادَ إِلَى الصَّوَابِ فِي مَنَنِهِ .

”ممکن ہے امام شعبہ رحمہ اللہ کو اپنی خطا کا علم ہو گیا ہو اور انہوں نے متن میں درستی کر لی ہو۔“

(الخلافيات: ٦٥/٢، مختصره)

امام شعبہ رحمہ اللہ سے ان کے دو شاگردوں وہب بن جریر رحمہ اللہ اور عبد الصمد بن عبد الصمد رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی، تو اس میں ”خفض“ یا ”خفی“ کے الفاظ بیان نہیں کئے، بل کہ قال : آمین نبی کریم ﷺ نے آمین کہی۔ کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

(صحيح ابن حبان: ١٨٠٥، وسنده صحيح)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس پر ”باب ان تبجر بآمين“ باندھا ہے۔ واضح رہے کہ سفیان کی روایت کے دو شاہد ہیں۔ شعبہ کی روایت کا کوئی شاہد نہیں۔ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ

لکھتے ہیں:

وَأِنَّمَا أَتَى شُعْبَةُ فِي ذَلِكَ لِأَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ مِنْ حِفْظِهِ وَلَا يَرْجِعُ إِلَى كِتَابِهِ وَيُحَدِّثُ بِمَعَانِي مَا سَمِعَ لَا بِالْفَاطَةِ الَّتِي سَمِعَهَا مِمَّنْ حَدَّثَهُ؛ إِذْ كَانَ ذَلِكَ مِمَّا يَعْجُزُ عَنْهُ وَلَمْ يَكُنْ فَقِيهًا فَيَرُدُّ ذَلِكَ إِلَى الْفِقْهِ حَتَّى تَتَمَيَّزَ مَعَانِيهِ فِي قَلْبِهِ كَمَالِكٍ وَالثَّوْرِيِّ.

”شعبہ یہاں خطا کھا گئے ہیں۔ وہ حفظ سے بیان کرتے تھے، کتاب کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ روایت بالمعنی کرتے تھے، الفاظ حدیث بیان نہیں کرتے تھے، کیوں کہ وہ فقیہ نہیں تھے، اس لئے جب کسی حدیث کا معنی سمجھنے سے عاجز آجائیں تو اہل فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جیسا کہ امام مالک اور امام سفیان ثوری ہیں۔“

(شرح مشکل الآثار: ۶/۴، وفي نسخة: ۱۷۱/۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ رُجِّحَتْ رِوَايَةُ سُفْيَانَ بِمُتَابَعَةِ اثْنَيْنِ لَهُ بِخِلَافِ شُعْبَةَ فَلِذَلِكَ جَزَمَ النُّقَادُ بِأَنَّ رِوَايَتَهُ أَصَحُّ.

”امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دو روایوں نے متابعت بھی کر رکھی ہے، جب کہ شعبہ کی کوئی متابعت نہیں کی۔ اسی لئے نقاد محدثین نے بالجزم سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت کو اصح قرار دیا ہے۔“

(التلخیص الحبیبر: ۲۳۷/۱)

شبه نمبر ①:

وانل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْتُ خَدَّهُ مِنْ هَذَا الْجَانِبِ وَمِنْ هَذَا الْجَانِبِ وَقَرَأَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة : ٧) فَقَالَ : آمِينَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ مَا أَرَاهُ إِلَّا يُعَلِّمُنَا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، میں نے آپ کے دائیں اور بائیں رخسار کو دیکھا، پھر آپ نے: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہا اور باواز بلند آمین کہا۔ میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دینا چاہتے تھے۔“

(الکنی' والأسماء للدولابی: ۱۰۹۰)

تبصرہ:

نخت ترین ”ضعیف“ ہے:

- ① صاحب کتاب محمد بن احمد بن حماد ابو بشر دولابی ”ضعیف“ ہے۔
- ② الحسن بن عطیہ ”ضعیف“ ہے۔
- ③ یحییٰ بن سلمہ بن کھیل بالاتفاق مجروح ہے، اسے امام ابن نمیر، امام ابن حبان، امام دارقطنی، امام نسائی، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام ترمذی، امام عجمی، امام بخاری، حافظ ابن سعد، حافظ ابوعلی طوسی، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے مجروح قرار دیا ہے۔

حافظ پیشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعْفُهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(مجمع الزوائد: ۱۶۱/۷)

حافظ زکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعْفُهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر، ص ۸۰)

شبیہ نمبر ۲:

سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ،

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ: آمِينَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

”میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہیں جب آپ فاتحہ سے فارغ

ہوئے تو آپ نے تین دفعہ آمین کہی۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ۲۲/۲۲)

تبصرہ:

یہ روایت کئی وجہ سے ”ضعیف و مردود“ ہے:

① سعد بن صلت کی سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۶/۳۷۶) کے کسی

نے توثیق نہیں کی، لہذا یہ مستور الحال ہے۔

- ② اعمش ”مدلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔
 ③ ابواسحاق سمیع بھی ”مدلس“ ہیں، سماع کی تصریح درکار ہے۔
 ④ عبد الجبار کا اپنے باپ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

حافظ ابن سعد رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

وَيَتَكَلَّمُونَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَبِيهِ وَيَقُولُونَ لَمْ يَلْقَهُ .

”محدثین عبد الجبار کی ان کے باپ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت میں کلام کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا اپنے باپ سے لقائ نہیں۔“

(طبقات ابن سعد: ۶/۳۱۰)

حافظ نووی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّ أَيْمَةَ الْحَدِيثِ مُتَّفِقُونَ عَلَى أَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا .

”ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔“

(المجموع شرح المہذب: ۳/۱۰۴)

شبیہ نمبر ③:

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى قَالَ: رَبِّ

اغفر لي، آمين.

”انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے کہا: ’رب اغفر لي‘ (اللہ مجھے

معاف فرما۔) اور آمین کہا۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ٤٢/٢٢، السنن الكبرى للبيهقي: ٥٨/٢)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

ابو اسحاق سمیع ”مذلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

دلیل نمبر ④:

سیدہ ام الحسین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ: ﴿مَالِكِ

يَوْمَ الدِّينِ﴾، فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاحة: ٧) قَالَ:

آمِينَ.

”انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سنا، آپ نے مالک یوم الدین، پڑھا، حتیٰ کہ

جب ولا الضالین پر پہنچے، تو آمین کہا۔“

(معجم أبي يعلى: ٣١٣، وسنده صحيح إن صح سماع ثابت البناني من يحيى بن

معين)

دلیل نمبر ⑤:

نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

كَانَ إِذَا كَانَ مَعَ الْإِمَامِ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَأَمَّنَ النَّاسُ أَمَّنَ ابْنُ عُمَرَ، وَرَأَى تِلْكَ السُّنَّةَ .

”آپ امام کے ساتھ ہوتے، تو سورہ فاتحہ پڑھتے۔ لوگ آمین کہتے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی آمین کہتے، آپ رضی اللہ عنہ اسے سنت کہا کرتے تھے۔“

(صحیح ابن خزيمة: ۵۷۲، وسنده حسن)

فائدہ:

اسامہ بن زید لیشی جمہور محدثین کے نزدیک ”حسن الحدیث“ ہے۔ یہ لیشی ہی ہے، کیوں کہ صحیح ابن خزيمة میں عبد اللہ بن وہب کی کوئی روایت عمری سے نہیں۔ فوائد یحییٰ بن معین بروایت ابو بکر مروزی کے حوالے سے روایت ہے۔ نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا خَتَمَ أَمَّ الْقُرْآنَ لَا يَدْعُ آمِينَ يُؤْمِنُ إِذَا خَتَمَهَا وَيَحْضُضُهُمْ عَلَى قَوْلِهَا وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَبْرًا .

”عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سورہ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی اس پر ابھارتے تھے۔ اس بارے میں نے ان سے حدیث سنی ہے۔“

(تغلیق التعليق: ۳۱۹/۲، فتح الباري لابن حجر: ۲/۲۶۳، وسنده صحيح)

دلیل نمبر ۶:

عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَلَهُمْ رَجَّةٌ فِي مَسَاجِدِهِمْ بِآمِينَ، إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة: ۷) .

”میں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں آمین کہتے ہیں۔ آمین کہتے وقت ان کی آواز کی گونج سنی۔ یہ اس وقت ہوتا جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہتا۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ۴۲۵/۲، وسنده حسن)

فائدہ:

اسحاق بن منصور رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا؟
يَجْهَرُ بِأَمِينٍ؟ قَالَ: إِي لَعُمْرِي الْإِمَامُ وَغَيْرُ الْإِمَامِ، قَالَ
إِسْحَاقُ: كَمَا قَالَ. قَالَ إِسْحَاقُ: وَأَمَّا الْجَهْرُ بِأَمِينٍ، فَإِنَّهُ
سُنَّةٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَذَلِكَ يُوَافِقُ تَأْمِينَهُمْ تَأْمِينِ الْمَلَائِكَةِ، وَهُوَ
عَلَى الْإِمَامِ الْأَزْمُ، وَعَلَيْهِ أَنْ يَجْهَرَ جَهْرًا حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ
فَقَطُّ، وَإِنْ زَادَ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى يَسْمَعَ آخِرُ الصُّفُوفِ فَحَسَنٌ
أَيْضًا، لِمَا ذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:
أَمِينٌ، حَتَّى أَسْمَعَ صَفَّ النِّسَاءِ وَهِنَّ خَلْفَ الرِّجَالِ، فَلَا
يَدْعُنَ ذَلِكَ إِمَامٌ وَلَا مَأْمُومٌ لِحَالِ تَرْكِ النَّاسِ، أَوْ يَدْعُهُ
اسْتِحْيَاءً، أَوْ خَوْفًا مِّنْ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى مَكْرُوهٍ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ
وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ.

”کیا آمین اونچی کہی جائے گی؟ فرمایا: جی ہاں، اللہ کی قسم امام و مقتدی آمین

اونچی کہیں گے۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: اونچی آئین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ آئین فرشتوں کی آئین سے موافقت کر جائے، یہ امام پر زیادہ لازم ہوتی ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اتنی اونچی کہے کہ کم از کم قریب والے سن لیں، اگر صرف کے آخر تک سنادے، تو کیا بات ہے! حتیٰ کہ مردوں کے پیچھے کھڑی عورتوں کو بھی سنادے۔ لوگ چھوڑ بھی دین کوئی امام یا مقتدی اس سنت کو نہ چھوڑے۔ شرم محسوس کر کے یا کسی خوف سے یا کسی مجبوری کے ڈر سے بھی نہ چھوڑے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتے۔“

(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه برواية الكوسج: ۱/۱۳۸)

آئین سے یہودیوں کی چڑ:

دلیل نمبر ①:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْيَهُودَ يَحْسُدُونَكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّامِينِ .

”یہود آپ سے سلام اور آئین پر حسد کرتے ہیں۔“

(تاریخ بغداد للخطيب البغدادی : ۴۳/۱۱، المختارہ لضیاء الدین المقدسی :

۱۰۷/۵، ح : ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، وسندہ صحیح)

دلیل نمبر ②:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا حَسَدْتُكُمْ الْيَهُودَ عَلَى شَيْءٍ، مَا حَسَدْتُكُمْ عَلَى السَّلَامِ
وَالتَّأْمِينِ .

”یہودی آپ سے اتنا حسد کہیں نہیں کرتے، جتنا سلام اور آئین کہنے پر
کرتے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ : ۸۵۶، مسند إسحاق بن راهويه : ۵۷۹، الأدب المفرد للبخاري :
۹۸۸، التاريخ الكبير للبخاري : ۲۲/۱، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۸۵) نے صحیح کہا ہے، حافظ منذری رحمہ اللہ نے
اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(الترغیب والترہیب : ۱/۱۹۶)

حافظ بوسیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ اِحتَجَّ مُسْلِمٌ بِجَمِيعِ
رُؤَاتِهِ .

”یہ سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ان تمام راویوں سے امام مسلم رحمہ اللہ
نے احتجاجاً روایت لی ہے۔“

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة : ۸۵۶)

حافظ عراقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

”اس کے رواۃ صحیح والے ہیں۔“

(فيض القدير : ۵/۴۴۱)

اسماعیل بن ابی صالح صحیح مسلم کے راوی ہیں، جمہور نے ان کی توثیق کر رکھی ہے، جیسا کہ حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ وَمَالِكٌ وَوَثَّقَهُ الْجُمُهورُ .

”ان سے امام شعبہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے روایت لی ہے، انہیں جمہور نے ثقہ قرار دیا ہے۔“

(الترغیب والترہیب: ۱۱۰/۳)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَوَثَّقَهُ نَاسٌ .

”انہیں محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔“

(الکاشف: ۴۷/۱)

یہ حدیث ان سے ان کے دو شاگرد خالد بن عبد اللہ طحان اور حماد بن سلمہ بیان کر رہے ہیں، ان کی سہیل سے صحیح مسلم میں روایات ہیں۔

دلیل نمبر ③:

محمد بن اشعث رحمہ اللہ کہتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَحَدَّثَتْنِي فَقَالَتْ: بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ نَفَرٌ مِّنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَأْذَنَ أَحَدُهُمْ فَدَخَلَ، فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ،

فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِي فَقُلْتُ: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَفَعَلَ اللَّهُ بِكُمْ وَفَعَلَ قَالَتْ: فَأُظْنُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكَلَّمَ عَلِمْتُ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ عَلَيَّ فَلَمَّا خَرَجُوا قَالَ لِي: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُ الَّذِي قَالُوا فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِي فَقَالَ: أَلَمْ تَرِنِّي قَدْ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ لَمْ يَضُرَّنَا وَلَزَمَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَذَرِينَ عَلَى مَا حَسَدُونَا؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُمْ حَسَدُونَا عَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَيْنَا لَهَا، وَضَلُّوا عَنْهَا وَعَلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَيْنَا لَهَا، وَضَلُّوا عَنْهَا، وَعَلَى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ آمِينَ.

”ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، آپ نے ہمیں حدیث بیان کی، فرماتی ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی تھی کہ یہودیوں کا ایک گروہ آیا۔ ایک نے اجازت لی اور کہا السام علیکم! آپ پر موت ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وعلیک تجھ پر بھی۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں غصہ پر قابو نہ پاسکی اور کہنے لگی تجھ پر بھی موت ہو، اللہ تمہارے ساتھ یوں یوں کرے، اب خیال گزرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ مجھ سے کوئی گفتگو کی مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ مجھ سے ناراض ہیں۔ یہود کا وفد چلا گیا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپ نے ایسا کیوں

کیا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ ان کی بات سنی، تو غصے پر کنٹرول نہ کر سکی۔ نبی کریم ﷺ فرمانے لگے: میں نے انہیں جواب دے تو دیا تھا، جو قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ جانتی ہو، یہود ہم سے حسد کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: ہمیں اللہ نے قبلہ عطا کیا، یہ لوگ محروم رہ گئے، ہمیں جمعہ عطا کیا، یہ محروم رہ گئے۔ ان وجہوں سے اور جو ہم امام اقتداء میں آئین کہتے ہیں اس وجہ سے۔“

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۶/۲، شعب الإیمان للبیہقی: ۲۷۰۷، وسندہ حسن)

اس حدیث کو حافظ عراقی (فیض القدر للمناوی: ۴۴۱/۵) نے ”صحیح“ کہا ہے۔ سلیمان بن کثیر عبدی جمہور کے نزدیک ”ثقة“ ہے۔ محمد بن اشعث، کنڈی ”حسن الحدیث“ ہے۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۲/۵) نے ”ثقة“ کہا ہے۔ امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۲۵) نے اس کی حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۲/۴۵) نے اس کی ایک حدیث کی سند کو ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ حافظ بیہقی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، یہ اس کی ضمنی توثیق ہے۔

یہودی دین اسلام کے پکے دشمن ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کی اداؤں کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ ہر سنت کو حسد، بغض اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان احادیث اور آثار سے ثابت ہوا کہ نماز میں امام کے پیچھے آئین پکار کر کہنے سے یہودی حسد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے جب آئین اونچی کہی جائے گی تو یہودی حسد کرے گا۔ اگر آہستہ کہیں گے، تو یہودیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ مسلمانوں نے آئین کہی ہے یا نہیں؟ جو لوگ اونچی آواز سے آئین سے روکتے ٹوکتے ہیں یا اونچی آئین کہنے والوں سے دلوں میں نفرت رکھتے ہیں، انہیں عبرت

پکڑنی چاہیے۔ آج بھی مسجد حرام اور مسجد نبوی آمین سے گونج رہی ہے۔ تمام اہل حدیث مساجد میں یہ سنت زندہ ہے۔ ہم نے اسی سنت آمین کو یہاں مدلل بیان کیا ہے تاکہ جو لوگ آمین کہنے والوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ آمین رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ وہ اس سنت کو زندہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

امام مسلم رحمہ اللہ (۲۰۴-۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الرِّوَايَاتُ كُلُّهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ بِآمِينَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ وَائِلٍ مَا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ.
”اس بارے میں روایات متواتر ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔
سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ کی حدیث اسی پر دلالت کننا ہے۔“

(التمییز، ص: ۱۸۱)

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶-۵۴۲ھ) لکھتے ہیں:

فَهَذِهِ آثَارُ مُتَوَاتِرَةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: آمِينَ، وَهُوَ إِمَامٌ فِي الصَّلَاةِ، يَسْمَعُهَا مَنْ وَرَاءَهُ، وَهُوَ عَمَلُ السَّلَفِ.

”یہ رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث ہیں کہ آپ ﷺ نماز میں امام ہوتے، تو اس طرح آمین کہتے کہ مقتدی سن لیتے، یہی سلف کا عمل ہے۔“

(المحلی بالآثار: ۲/۲۹۴)

بھائیو! سنت کی محبت میں جیو۔ اسی میں دنیا و آخرت کا فائدہ ہے۔ مذہبی تعصب کی آڑ میں سنتیں رد کرنا بد نصیبی ہے۔

شبہات اور ان کا ازالہ:

شبہ نمبر ①:

سیدنا ابو اہل شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَجْهَرَانِ بِ ﴿بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ (الفاتحة: ۱) وَلَا بِالتَّعَوُّذِ، وَلَا بِالتَّأْمِينِ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ، تعوذ اور آمین بلند آواز سے
نہیں کہتے تھے۔“

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۰۴/۱، تہذیب الآثار لابن جریر، نخب الأفكار

للعلینی: ۶۰۵/۳)

سند ”ضعیف“ ہے:

ابوسعید سعید بن مرزبان، بقال، کوفی جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ ہے، نیز
”مدلس“ بھی ہے۔ اسے امام دارقطنی (سوالات البرقانی: ۱۷۶) نے ”متروک“ اور امام
فلاس (اکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی) نے ”ضعیف الحدیث متروک“ قرار دیا ہے،
نیز امام یحییٰ بن معین (سوالات الجندی: ۳۲۳) امام عجلی (۶۱۴) امام نسائی (الضعفاء
والمتروکون: ۲۷۰) امام ابوزرعہ رازی (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم: ۶۳/۴) امام ابن
حبان (المجروحین: ۱/۳۱۷) نے ”کثیر الوہم فاحش الخطا“ کہا ہے، نیز امام سفیان بن عیینہ
(الجرح والتعديل: ۶۲/۴) امام حفص بن غیاث (الجرح والتعديل: ۶۲/۴) اور حافظ ابن
عدی (اکامل فی ضعفاء الرجال: ۴/۴۳۶) نے ”ضعیف“ کہا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (السنن

الکبری: ۱۰۲/۸) نے ”لا تَحِبُّهُ“ کہا ہے۔

حافظ یثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَكْثَرُ عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”اکثر محدثین اسے ”ضعیف“ کہتے ہیں۔“

(مجمع الزوائد: ۱/۲۳۹)

علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَكْثَرُ يُجَرِّحُونَ وَالْبَعْضُ يُوثِّقُونَهُ .

”اکثر محدثین اس پر جرح کرتے ہیں، بعض اس کی توثیق کرتے ہیں۔“

(العرف الشذی: ۱/۲۵۸)

کیا جسے ”ضعیف“ قرار دیں، اس کی روایت حجت ہو سکتی ہے؟ تبھی تو اس قول کی سند کو نیوی حنفی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(آثار السنن: ۳۸۵)

شبیہ نمبر ۲:

ابو وائل کہتے ہیں:

كَانَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللَّهِ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ،
وَلَا بِالتَّعَوُّذِ، وَلَا بِأَمِينٍ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ تعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔“

(المعجم الكبير للطبراني: ۲۶۲/۹، ح: ۹۳۰۴، المخلصيات: ۲۳۳۱)

سند ”ضعیف“ ہے۔ ابو سعید بقال جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اور مدلس بھی ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

شبیہ نمبر (۳):

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا، التَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللَّهِ وَآمِينَ .

”امام تین چیزیں آہستہ آواز سے کہے گا، تعوذ، بسم اللہ اور آمین۔“

(المحلی بالآثار لابن حزم: ۲/۲۸۰ مسئلہ نمبر: ۳۶۳)

سند ”ضعیف“ ہے۔ ابو حمزہ، اعور قصاب کے بارے میں علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

فَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ .

”اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔“

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۸/۳۳۷)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

”حدیث میں ضعیف ہے۔“

(العلل الكبير للترمذي: ۳۲۲)

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال: ۴۵۲۸)

نیز متروک کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال: ۳۲۱۴)

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ.

”کسی کھاتے کا نہیں۔ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۲۳۶/۸)

امام نسائی نے ”لیس بشیئہ“ کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون: ۵۸۱)

امام دارقطنی (العلل: ۱۶۷/۵) اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (السنن الکبریٰ: ۲۵۲/۲) نے

”ضعیف“ کہا ہے، نیز اس پر امام ترمذی، حافظ عقیلی، امام ابو حاتم رازی، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کی جروح ہیں۔ امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

وَأَحَادِيثُهُ الَّتِي يَرْوِيهَا خَاصَّةً عَنْ إِبْرَاهِيمَ مُحَالًا يُتَابَعُ عَلَيْهَا.

”خاص ابراہیم سے اس کی روایت کی متابعت تو ناممکن ہے۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال: ۱۵۶/۸)

یہ روایت بھی ابراہیم نخعی سے ہے۔ ابراہیم اس روایت میں مدلس ہیں۔

تنبیہ:

ابومعمر (البنایہ فی شرح الہدایۃ للعینی: ۲۲۶/۲) اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (المحلی

بالاثار لابن حزم: ۲۸۰/۲، مسئلہ: ۳۶۳) میں ہے کہ

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: يُخْفِي الْإِمَامُ أَرْبَعًا، التَّعَوُّدُ،

وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَآمِينَ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، امام تعوذ، بسم اللہ، آمین اور ربنا و لک الحمد، ان چاروں کو آہستہ پڑھے گا۔“

یہ بے سند قول ہے، لہذا قابل التفات نہیں۔ علامہ عبدالحی، لکھنوی، حنفی (۱۳۰۴ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

قُلْتُ : لَقَدْ طُفْنَا كَمَا طُفْتُمْ سِنِينَ بِهَذَا الْبَيْتِ طُرًّا جَمِيعُنَا
فَوَجَدْنَا بَعْدَ التَّأَمُّلِ وَالِإِمْعَانِ أَنَّ الْقَوْلَ بِالْجَهْرِ بِآمِينَ هُوَ
الْأَصَحُّ لِكَوْنِهِ مُطَابِقًا لِمَا رُوِيَ عَنْ سَيِّدِ بَنِي عَدْنَانَ، وَرَوَايَةِ
الْخَفْضِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفَةً لَا تُوَازِي
رَوَايَاتِ الْجَهْرِ وَلَوْ صَحَّتْ وَجَبَ أَنْ تُحْمَلَ عَلَى عَدَمِ
الْفَرْعِ الْعَنِيفِ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ ابْنُ الْهَمَّامِ وَأَيُّ ضَرُورَةٍ دَاعِيَةٍ
إِلَى حَمْلِ رَوَايَاتِ الْجَهْرِ عَلَى بَعْضِ الْأَخْيَانِ أَوِ الْجَهْرِ
لِلتَّعْلِيمِ مَعَ عَدَمِ وُرُودِ شَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ فِي رَوَايَةِ وَالْقَوْلِ بِأَنَّهُ
كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْأَمْرِ أَوْ ضَعْفُ لَأَنَّ الْحَاكِمَ قَدْ صَحَّحَهُ مِنْ
رَوَايَةِ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ وَهُوَ إِنَّمَا أَسْلَمَ فِي أَوَاخِرِ الْأَمْرِ كَمَا
ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِي وَأَمَّا أَثَرُ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ
وَنَحْوِهِ فَلَا تُوَازِي الرِّوَايَاتِ الْمَرْفُوعَةَ .

”کہتا ہوں: ہم نے بھی آپ کی طرح کئی برس اسی دشت کی سیاحی کی۔ اس کے گوشے گوشے سے واقف ہو گئے۔ انتہائی دقت نظری اور غور و فکر کے بعد ہم

اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آئین بالجہر کہنا ہی صحیح ہے، کیوں کہ یہ اولاد عدنان کے سردار ﷺ کی احادیث سے مطابق ہے۔ نبی کریم ﷺ سے منقول آئین بالسُر کی روایات ضعیف ہیں، جو صحیح روایات کی ہم پلہ نہیں۔ اگر یہ صحیح ہوں، تب بھی ان کا مطلب یہ ہوگا آواز بہت شدید نہ ہو، بل کہ قدرے آہستہ ہو۔ ابن ہمام رحمہ اللہ بھی یہی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آئین بالجہر کی روایات کا یہ معنی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ آئین بالجہر بعض اوقات کہی گئی یا تعلیم کے لئے کہی گئی، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور آئین بالجہر کو ابتدائے اسلام کا معاملہ قرار دینا انتہائی کم زور بات ہے، کیوں کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا واکل بن حجر رحمہ اللہ کی روایت صحیح قرار دی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں صراحت کی ہے کہ واکل بن حجر رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں ایمان لائے ہیں، باقی رہے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ کے آثار، تو ان کی صحیح مرفوع احادیث کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔“

(السَّعَايَةِ فِي كَشْفِ مَا فِي شَرْحِ الْوَقَايَةِ: ۱۷۶/۲)

نیز فرماتے ہیں:

وَالْإِنْصَافُ أَنَّ الْجَهْرَ قَوِيٌّ مِّنْ حَيْثُ الدَّلِيلُ .

”انصاف یہ ہے کہ آئین بالجہر کے دلائل قوی ہیں۔“

(التعليق المُمَجَّد علي موطأ الإمام مالك، ص: ۱۰۵)

بھائیو! آپ اتنی محبوب سنت سے محروم کیوں ہیں؟ جناب رشید احمد لنگوہی صاحب

فرماتے ہیں:

”جو سنت کی محبت سے بلا شر و فساد آمین بالجہر اور رفع الیدین وغیرہ کرے، اس کو برا نہیں جانتا۔“ (تذکرۃ الرشید: ۲/۱۷۵)

اللہ! زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! تو جانتا ہے کہ رفع الیدین اور آمین بالجہر تیرے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔
جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:
”آمین بالجہر بے شک سنت ہے۔“

(الإفاضة اليومية: ۵/۱۳۲)

نیز کہتے ہیں:
”یہاں ایک طالب علم شافعی مذہب آئے تھے، موہلوں کی قوم سے تھے۔
زبان... تھی، نماز میں آمین بالجہر کہتے تھے، مگر پست دہی آواز سے، شاید یہاں
کے ادب کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں، کہلوادیا کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ
سے سنت کو چھوڑا جائے۔ بے تکلف آمین کہو۔“

(الإضافات اليومية المعروفة ملفوظات حکیم الامت: ۵/۱۳۷)

دعا ہے اللہ رب العزت ہمیں نبی کریم ﷺ کی پیاری سنتوں کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ ابن عابدین حنفی (۱۱۹۸-۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ وَكَانَ عَلَى خِلَافِ الْمَذْهَبِ عُمِلَ
بِالْحَدِيثِ، وَيَكُونُ ذَلِكَ مَذْهَبَهُ، وَلَا يَخْرُجُ مُقْلَدُهُ عَنْ كَوْنِهِ
حَنْفِيًّا بِالْعَمَلِ بِهِ .

”حدیث صحیح ہو، مگر مذہب کے خلاف ہو، تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور یہی اس کا مذہب قرار پائے گی۔ یہ کام کرنے سے انسان حقیقت سے خارج نہیں ہو جائے گا، بل کہ مقلد ہی رہے گا۔“

(رد المحتار علی در المختار: ۶۸/۱)

ابن ابی لیلیٰ مشہور فقیہ قاضی کوفہ، ابو عبد الرحمن محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (۱۴۸ھ) جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف اور سئی الحفظ“ ہیں۔

① حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ اتَّفَقُوا عَلَى تَضْعِيفِ مُحَمَّدِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، وَأَنَّهُ لَا يُحْتَجُّ بِرَوَايَتِهِ، وَإِنْ كَانَ إِمَامًا فِي الْفِقْهِ.

”محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ ان کی روایت جہت نہیں، اگرچہ فقہ میں امام تھے۔“

(المجموع شرح المہذب: ۳۷۱/۶)

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ، اتَّفَقُوا عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِهِ مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ.

”ضعیف ہیں۔ محدثین کا اجماع ہے کہ ان کی حدیث ضعیف ہے، کیوں کہ یہ سئی الحفظ تھے۔“

(فتح الباری: ۱۴۳/۱۳)

نیز فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ سَيِّئُ الْحِفْظِ.



”ضعیف، سئی الحفظ ہے۔“

(التلخیص الحبیر: ۳/۳۳، ح: ۱۲۲۳)

③ حافظ بیٹھی رحمہ اللہ (۷۳۵-۸۰۴) فرماتے ہیں:

فِيهِ كَلَامٌ كَثِيرٌ.

”ان پر بہت زیادہ جروح ہیں۔“

(مجمع الزوائد: ۲/۲۰۳)

④ حافظ منذری رحمہ اللہ (۵۸۱-۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ إِمَامٌ ثَقَّةٌ رِذِيءُ الْحِفْظِ كَثِيرًا، كَذَا قَالَ الْجُمْهُورُ فِيهِ

”سچے، ثقہ امام تھے۔ (بعد میں) حافظے میں انتہائی خرابی واقع ہو گئی تھی، جمہور

محدثین یہی کہتے ہیں۔“

(الترغیب والترہیب: ۴/۴۹۸)

⑤ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰-۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

سَيِّءُ الْحِفْظِ لَا يُحْتَجُّ بِهِ عِنْدَ أَكْثَرِهِمْ.

”سئی الحفظ ہیں۔ اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ ان کی روایت قابل حجت نہیں۔“

(تحفة الطالب: ۳۴۵)

⑥ حافظ بوسیری رحمہ اللہ (۷۶۲-۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

ضَعَفَهُ الْجُمْهُورُ.

”جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة: ١/١٠٤، ح: ٣٦٥)

④ محمد بن مفلح، مقدس بالله (٤٠٨-٤٦٣ھ) لکھتے ہیں:

ضَعَفَهُ الْأَكْثَرُ .

”جمہور نے ضعیف کہا ہے۔“

(الفروع: ١٠/٢٦٦، الآداب الشرعية: ١/٣٢٨)

⑧ ابوالحسن، محمد بن عبدالبہادی، سندھی، حنفی (م: ١١٣٨ھ) فرماتے ہیں:

ضَعَفَهُ الْجُمْهُورُ .

”جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔“

(حاشیة السندی علی سنن ابن ماجة: ١/٢٨١، ح: ٨٥٤)

⑨ جناب انورشاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

فَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَهُ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْجُمْهُورُ .

”جمہور کے نزدیک ضعیف ہیں۔“

(فيض الباري: ٣/١٦٨)

⑩ محمد یوسف بنوری صاحب لکھتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ، الْجُمْهُورُ عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”حاصل کلام یہ کہ جمہور انہیں ضعیف کہتے ہیں۔“

(معارف السنن: ٥/٢٩٠)

⑪ ابن قیسرانی رحمہ اللہ (٣٢٥-٥٠٤ھ) فرماتے ہیں:

وَأَجْمَعُوا عَلَى ضَعْفِهِ .
 ”ان کے ضعف پر اجماع ہے۔“

(تذكرة الحفاظ : ٦٧، ٥٤٥، معرفة التذكرة في أحاديث الموضوعات، ص : ٩٣، رقم :

(٤٥)

تنبيه:

پہلے جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ تھے، بعد میں ان کے ضعف اور سئی الحفظ ہونے پر اجماع ہو گیا تھا۔

جارحین

(١) حجاج بن اسلم (م: ١٦٠ھ) فرماتے ہیں:

أَفَادَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَحَادِيثَ فَإِذَا هِيَ مَقْلُوبَةٌ .

”مجھے ابن ابی لیلیٰ نے احادیث سنائیں، جن میں رد و بدل ہو چکا تھا۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ٣٢٢/٧، وسنده صحيح)

نیز فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْوَأَ حِفْظًا مِّنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى .

”ابن ابی لیلیٰ سے بڑھ کر برے حافظے والا دیکھا ہی نہیں۔“

(الجرح والتعديل : ٣٢٢/٧، وسنده صحيح)

(٢) احمد بن یونس بیان کرتے ہیں:

كَانَ زَائِدَةُ لَا يَرَوِي عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَكَانَ قَدْ تَرَكَ حَدِيثَهُ .

”زائدہ بن قدامہ (م: ۱۶۱ھ) ان سے روایت نہیں کرتے تھے، انہوں نے ان کی حدیث متروک کر دی تھی۔“

(الجرح والتعديل: ۳۲۲/۷، وسندہ صحیح)

(۳) یحییٰ بن یعلیٰ، محارب (م: ۲۱۶ھ) بیان کرتے ہیں:

طَرَحَ زَائِدَةُ حَدِيثَ ابْنِ أَبِي لَيْلَى .

”زائدہ نے ابن ابی لیلیٰ کی حدیث ترک کر دی تھی۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۸۳/۶، وسندہ حسن)

(۴) سلمہ بن کہیل رضی اللہ عنہ (م: ۱۲۱ھ) فرماتے ہیں:

مَا ذَنْبِي إِنْ كَانَ يَكْذِبُ عَلَيَّ .

”ابن ابی لیلیٰ مجھ پر جھوٹ بولیں، تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟“

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۱۸۴/۶، المجروحين لابن حبان: ۲۴۴/۲،

وسندہ حسن)

(۵) امام یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ (۱۵۸-۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ .

”ضعیف ہیں۔“

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی، رقم: ۷۲)

نیز فرماتے ہیں:

مَا كَانَ يُثَبِّتُ فِي الْحَدِيثِ .

”حدیث میں ثقہ نہیں تھے۔“



(سوالات ابن الجنید: ۷۵)

مزید فرماتے ہیں:

سَيِّءُ الْحِفْظِ جِدًّا.

”انتہائی خراب حافظے والے تھے۔“

(مسند علی بن الجعد: ۶۷۹، وسندہ صحیح)

(۶) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱-۲۴۳ھ) فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ.

”ضعیف ہے۔“

(العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد بروایۃ المروزی: ۴۹۳)

نیز فرماتے ہیں:

كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ مُضْطَرَبَ الْحَدِيثِ.

”برے حافظے والے، مضطرب الحدیث۔“

(الجرح والتعديل: ۳۲۳/۷، وسندہ صحیح)

مزید فرماتے ہیں:

لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ.

”ان کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی۔“

(سنن الترمذی: ۱۷۱۵، وسندہ صحیح)

(۷) امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے والد گرامی احمد بن حنبل رحمہ اللہ

سے مطر وراق کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا:

كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ (الْقَطَّانُ) يُشَبِّهُ مَطَرًا بِابْنِ أَبِي لَيْلَى مِنْ
سُوءِ الْحِفْظِ .

”یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ مطر اور ابن ابی لیلیٰ کو حافظے کی خرابی میں مشابہہ قرار
دیتے تھے۔“

(العلل ومعرفة الرجال لأحمد بروایتہ ابنہ عبد اللہ، رقم: ۸۵۲)

(۸) امام بخاری رحمہ اللہ (۱۹۴-۲۵۶ھ) لکھتے ہیں:

إِبْنُ أَبِي لَيْلَى هُوَ صَدُوقٌ، وَلَا أَرُوي عَنْهُ لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي
صَحِيحَ حَدِيثِهِ مِنْ سَقِيمِهِ، وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِثْلَ هَذَا فَلَا أَرُوي
عَنْهُ شَيْئًا .

”صدوق ہیں۔ میں ان سے روایت نہیں لیتا، کیوں کہ انہیں صحیح اور ضعیف کی
پہچان ہی نہیں اور میں اس طرح کے راویوں سے روایت نہیں لیتا۔“

(سنن الترمذی: ۳۶۴، ۱۷۱۵)

(۹) امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۰۹-۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ابْنِ أَبِي لَيْلَى مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ .
”بعض اہل علم نے ابن ابی لیلیٰ پر حافظے کی خرابی کی وجہ سے کلام کی ہے۔“

(سنن الترمذی: ۳۶۴)

(۱۰) امام نسائی رحمہ اللہ (۲۱۵-۳۰۳ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ سَيِّءُ الْحِفْظِ .
”حدیث میں بہت قوی نہیں تھے، سئی الحفظ تھے۔“



(عمل اليوم والليلة: ۲۱۳، الضعفاء المتروكون: ۵۲۵)

نیز فرماتے ہیں:

سَيَّءُ الْحِفْظِ كَثِيرُ الْخَطَا.

”سئی الحفظ اور کثیر الخطا تھے۔“

(عمل اليوم والليلة: ۳۴۵)

(۱۱) امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵-۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

مَحَلُّهُ الصَّدْقُ كَانَ سَيَّءُ الْحِفْظِ شَغَلَ بِالْقَضَاءِ فَسَاءَ حِفْظُهُ
لَا يَتَّبِعُهُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْكَذِبِ، إِنَّمَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ كَثْرَةَ الْخَطَا
يُكْتَبُ حَدِيثُهُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ، وَابْنُ أَبِي لَيْلَى وَحَجَّاجُ بْنُ
أَرْطَاةَ مَا أَقْرَبَهُمَا.

”سچے تھے، لیکن جب قاضی بنا دیئے گئے، تو حافظہ خراب ہو گیا۔ ان پر جھوٹ
کا الزام نہیں ہے، ہاں کثرت خطا کا الزام ہے۔ ان کی حدیث لکھی تو جائے گی
مگر اس سے حجت نہیں لی جائے گی۔ ابن ابی لیلیٰ اور حجاج بن ارطاة میں کتنی
مشابہت ہے!“

(الجرح والتعديل: ۳۲۳/۷)

(۱۲) امام ابو زرہ رازی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۰-۲۶۲ھ) فرماتے ہیں:

فَهُوَ صَالِحٌ لِّئْسَ هُوَ أَقْوَىٰ مَا يَكُونُ.

”نیک آدمی تھے، مگر حدیث کے میدان میں قوی نہ تھے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۳۲۳/۷)

نیز ”رجل شریف“ بھی کہا ہے۔

(أجوبة أبي زرعة: ۱/۷۲۸)

(۱۳) امام ابن حبان رحمہ اللہ (م: ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ رَدِيَّ الْحِفْظِ كَثِيرَ الْوَهْمِ فَاحْشَ الْخَطَا يَرْوِي الشَّيْءَ
عَلَى التَّوَهُّمِ وَيَحْدِثُ عَلَى الْحُسْبَانِ فَكَثُرَ الْمَنَاقِبُ فِي
رِوَايَتِهِ فَاسْتَحَقَّ التَّرْكَ، تَرَكَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى بْنُ
مَعِينٍ .

”برے حافظے والے تھے۔ روایت میں بہت زیادہ وہم کھاتے تھے۔ فحش غلطیوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ ننگے سے حدیث بیان کر دیتے تھے۔ ان کی روایت میں اس قدر منکیر ہیں کہ چھوڑ دینے کے لائق ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔“

(المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین: ۲/۲۴۴)

نوٹ:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ نَرَهُمَا تَرَكَاهُ بَلْ لَيْنَا حَدِيثَهُ .

”ہم نہیں سمجھتے کہ انہوں نے ابن ابی لیلیٰ کو متروک قرار دیا ہو، بل کہ صرف ان کی حدیث ضعیف قرار دی ہے۔“

(سير أعلام النبلاء: ۶/۳۱۴، ميزان الاعتدال: ۳/۶۱۶)

(۱۴) امام ابن عدی رحمہ اللہ (۲۷۷-۳۶۵ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَعَ سُوءِ حِفْظِهِ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ.

”سئی الحفظ ہونے کے باوجود ان کی حدیث (شواہد و اعتبار) میں لکھی جائے گی۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۱۸۸/۶)

(۱۵) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۳-۳۱۱) فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْحَافِظِ وَإِنْ كَانَ فَقِيهًا عَالِمًا.

”فقہ اور عالم تو تھے، مگر حافظ نہ تھے۔“

(صحيح ابن خزيمة: ۲۶۹۷)

(۱۶) امام دارقطنی رحمہ اللہ (۳۰۶-۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

ثِقَّةٌ فِي حِفْظِهِ شَيْءٌ.

”عدالت میں ثقہ تھے، حفظ میں خرابی تھی۔“

(سنن الدارقطني: ۱۲۴/۱)

نیز فرماتے ہیں:

رِدِّيُّ الْحِفْظِ كَثِيرُ الْوَهْمِ.

”برے حافظے والے اور کثیر الوہم تھے۔“

(سنن الدارقطني: ۲۶۳/۲)

مزید فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْحَافِظِ.

”حافظ نہ تھے۔“



(العلل: ۶/۲۱۰)

مزید فرماتے ہیں:

كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ .

”برے حافظے والے تھے۔“

(العلل: ۳/۱۷۸، ۲۷۷)

(۱۷) امام طحاوی، حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸-۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

مُضْطَرِبُ الْحِفْظِ جَدًّا .

”حفظ میں شدید اضطراب تھا۔“

(مشکل الآثار: ۳/۲۲۶)

(۱۸) امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ (م: ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

فَقِيهٌ، ثِقَةٌ، عَدْلٌ، وَفِي حَدِيثِهِ بَعْضُ الْمَقَالَةِ، لَيْنُ الْحَدِيثِ .

”فی نفسہ ثقہ، فقیہ، اور عادل ہیں۔ ان کی حدیث میں کچھ کلام ہے، بل کہ

حدیث میں کم زور ہیں۔“

(المعرفة والتاريخ: ۳/۹۴)

(۱۹) حافظ جوزجانی رحمہ اللہ (۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

وَإِذَا حَدَّثَ سَيِّءُ الْحِفْظِ .

”حدیث میں ضعیف اور برے حافظے والے تھے۔“

(أحوال الرجال: ۸۶)

(۲۰) امام ابن شاہین رحمہ اللہ (۲۹۷-۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِذَٰكَ الْقَوِيَّ .

”حدیث میں پختہ کار نہیں تھے۔“

(تاریخ أسماء الضعفاء والكذابين، رقم: ۵۸)

(۲۱) امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ (۳۲۱-۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

يُنْسَبُ إِلَى سُوءِ الْحِفْظِ .

”سُئِيَ الْحِفْظُ قَرَارِپَاءِ۔“

(المستدرک علی الصحیحین: ۱۳/۱)

نیز فرماتے ہیں:

فَلَوْلَا مَا ظَهَرَ مِنْ هَذِهِ الْأَوْهَامِ لَمَا نَسَبَهُ أَيْمَةُ الْحَدِيثِ إِلَى سُوءِ الْحِفْظِ .

”اوہام طاری نہ ہوتے، تو ائمہ حدیث انہیں سُئِيَ الْحِفْظُ نہ کہتے۔“

(المستدرک علی الصحیحین: ۲۶۶/۴)

(۲۲) امام بیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ أَسْوَأُ حَالًا عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ مِنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ .

”معرفت حدیث رکھنے والے ائمہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد سے بھی بری پوزیشن میں تھے۔“

(السنن الكبرى: ۷۷/۲، ۷۸)

نیز فرماتے ہیں:

عَزِيزٌ قَوِيٌّ فِي الْحَدِيثِ .

”حدیث میں قوی نہیں ہیں۔“

(السنن الکبریٰ: ۷۳/۵)

مزید فرماتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ فِي الْفِقْهِ كَبِيرًا فَهُوَ ضَعِيفٌ فِي الرَّوَايَةِ؛ لِسُوءِ حِفْظِهِ؛ وَكَثْرَةِ أَخْطَائِهِ فِي الْأَسَانِيدِ وَالْمُتُونِ وَمُخَالَفَتِهِ الْحِفَاطَ فِيهَا وَاللَّهُ يَعْفِرُ لَنَا وَلَهُ .

”اگرچہ بہت بڑے فقیہ تھے، لیکن روایت میں ضعیف تھے، کیوں کہ ان کا حافظہ خراب تھا۔ اسانید و متون میں بکثرت غلطیاں سرزد ہوئیں، روایات میں حفاظ محدثین کی مخالفت کرتے تھے۔ اللہ ہمیں اور انہیں معاف کر دے۔“

(السنن الکبریٰ: ۳۳۴/۵)

نیز فرماتے ہیں:

كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ كَثِيرَ الْوَهْمِ .
”سئی الحفظ اور کثیر الوہم تھے۔“

(السنن الکبریٰ: ۳۲/۷)

(۲۳) ابو عبد اللہ، محمد بن اسحاق بن سعید بن اسماعیل، سعدی، ہروی رحمہ اللہ (توفی

فی حدود سنة: ۲۸۵ھ) فرماتے ہیں:

يَسْتَحِقُّ أَنْ يُتْرَكَ حَدِيثُهُ .

”اس لائق تھے کہ ان کی حدیث چھوڑ دی جائے۔“



(المجروحین لابن حبان: ۲/۲۴۶)

(۲۴) ابو احمد حاکم رحمہ اللہ (۲۸۵-۳۷۸ھ) فرماتے ہیں:

عَامَّةُ أَحَادِيثِهِ مَقْلُوبَةٌ.

”ان کی اکثر احادیث مقلوب تھیں۔“

(تہذیب التہذیب لابن حجر: ۳۰۳/۹)

(۲۵) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۶ھ) نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(المُحَلَّى لابن حزم: ۱۴/۶)

(۲۶) حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۹۷ھ) نے ”ضعیف، مضطرب الحدیث“

کہا ہے۔

(التحقیق فی أحادیث الخلاف: ۳۳۵/۱، ح: ۲۹)

(۲۷) علامہ عبدالحق اشملی رحمہ اللہ (۵۱۰-۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ.

”ضعیف ہیں۔“

(الأحكام الوسطی: ۲۰۶/۵)

(۲۸) حافظ ابن القطان، فاسی رحمہ اللہ (۵۶۲-۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

سَيِّءُ الْحِفْظِ وَهُوَ يُضَعِّفُهُ وَيُضَعِّفُ بِهِ.

”سئی الحفظ ہیں۔ اسی لیے ضعیف قرار پائے۔ ان کی وجہ سے احادیث ضعیف

ہوئیں۔“

(بیان الوهم والإيهام الواقعين في كتاب الأحكام: ۵۲۲)

(۲۹) حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام: ۱۵۷/۲)

(۳۰) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد مقدسی رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

وَالْإِضْطِرَابُ فِيهِ مِنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى لِأَنَّهُ كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ .
”یہاں ابن ابی لیلیٰ کی وجہ سے اضطراب ہے، کیوں کہ وہ سئی الحفظ تھے۔“

(المختارة: ۶۴۱)

(۳۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(تنقيح التحقيق: ۴۴/۲، دارالوطن، الرياض)

اس کے برعکس فرماتے ہیں:

وَكَانَ صَدُوقًا جَائِزَ الْحَدِيثِ .

”صدوق اور جائز الحدیث تھے۔“ (العبر في خبر من غبر: ۱۶۲/۱)

مزید فرماتے ہیں:

حَدِيثُهُ فِي وَرْنِ الْحَسَنِ وَلَا يَرْتَقِي إِلَى الصَّحَّةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ
بِالْمُتَّقِنِ عِنْدَهُمْ .

”ان کی حدیث حسن درجے کی ہے، البتہ صحیح نہیں کہی جاسکتی، کیوں محدثین
کے ہاں متقن نہیں تھے۔“ (تذكرة الحفاظ: ۱۲۹/۱)

یہ دونوں قول ساقط ہو جائیں گے یا جمہور کے موافق تضعیف والا رائج ہوگا، جو متقن
نہ ہو بھلا اس کی حدیث حسن ہوتی ہے؟

(۳۲) حافظ عراقی رحمہ اللہ (۷۲۵-۸۰۶ھ) نے ”سئی الحفظ“ کہا ہے۔

(المغني عن حمل الأسفار في الأسفار: ۳۷۷۴)

(۳۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(فتح الباري: ۲۱۴/۴)

(۳۴) حافظ زیلعی حنفی نے ”ضعیف“ کہا ہے۔ (نصب الرایۃ: 318/1)

(۳۵) علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۳۶-۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

”ضَعِيفٌ لِّسَوْءٍ حَفِظَهُ . ”سوء حفظ کی بنیاد پر ضعیف ہیں۔“

(فتح الباري: ۲۰۷/۴)

نیز فرماتے ہیں: هُوَ صَدُوقٌ لَا يَتَّكُمُ بِتَعَمُّدِ الْكَذِبِ .

”سچے ہیں۔ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے پر متم نہیں تھے۔“

(شرح علل الترمذي: ۱۴۵/۱)

(۳۶) علامہ ابن ترکمانی حنفی (۶۸۳-۷۵۰ھ) نے ”متکلم فیہ“ کہا ہے۔

(الجواهر النقي: ۳۴۷/۷)

(۳۷) احمد قسطلانی (م: ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

”ضَعِيفٌ . ”ضعیف ہیں۔“

(المواهب الدنية بالمنح المحمدية: ۴۳۷/۳)

تنبیہ ①:

قارئین کرام! ہم نے متقدمین کے ساتھ ساتھ متاخرین کی جرح بھی پیش کر دی ہے۔

تنبیہ ②:

اگر کوئی راوی کسی روایت میں منفرد ہو اور کوئی ثقہ امام اس کی سند کو صحیح کہہ دے، تو یہ اس سند کے تمام راویوں کی ضمنی توثیق ہوتی ہے، اگر اس روایت کی اور بھی سندیں ہوں، امام انہیں مد نظر رکھ کر صحیح کہہ دے، تو یہ توثیق نہیں ہوگی۔